

2 ایس۔سی۔آر سپریم کورٹ رپورٹس 1963

شری راجا درگا سنگھ آف سولن

بنام

ٹھولو

1 مئی 1962

کے۔سی۔داس گپتا اور جے۔آر۔مدھولکر، جسٹسز

عدالت کا دائرہ اختیار۔ زرعی زمینوں سے لائسنس ہٹانے کا مقدمہ۔ مدعا علیہ کا کرایہ دار ہونے کا

دعویٰ - دیوانی عدالت میں قابل سماعت مقدمہ - پنجاب کرایہ داری ایکٹ 1887

(پنجاب XVI آف 1887)، دفعہ 44 اور 47۔

درخواست گزار نے مدعا علیہان کو اس بنیاد پر خارج کرنے کے لئے دیوانی عدالت میں مقدمہ دائر

کیا کہ وہ لائسنس یافتہ ہیں۔ مدعا علیہان نے دعویٰ کیا کہ وہ کرایہ دار ہیں اور انہوں نے دلیل دی کہ پنجاب

کرایہ داری ایکٹ 1887 کی دفعہ 77 کے تحت مقدمہ صرف ریونیو عدالت کے ذریعہ قابل سماعت ہے نہ

کہ سول عدالت کے ذریعہ۔ ٹرائل کورٹ اور فرسٹ ایپیلیٹ کورٹ نے مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ

مدعا علیہان کرایہ دار نہیں ہیں۔ دوسری اپیل پر جو ڈیشل کمشنر نے قرار دیا کہ مدعا علیہان کرایہ دار ہیں اور سول

کورٹ کے پاس مقدمے کی سماعت کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

انہوں نے کہا کہ دیوانی عدالت کے پاس مقدمے کی سماعت کا اختیار ہے۔ پنجاب کرایہ داری

ایکٹ کی دفعہ 77 کا اطلاق صرف مکان مالک اور کرایہ داروں کے درمیان مقدمات پر ہوتا تھا جہاں اس

بات پر کوئی تنازعہ نہ ہو کہ زمین پر کاشت کرنے والا شخص کرایہ دار ہے۔ لیکن جہاں کرایہ دار کے طور پر مدعا علیہ

کی حیثیت کو مالک مکان نے تسلیم نہیں کیا تھا، وہاں دفعہ 77 نے دیوانی عدالت میں مقدمہ چلانے پر پابندی

عائد نہیں کی تھی۔

شام سنگھ بنام امرجیت سنگھ، (1930) آئی ایل آر 12 لاہور 111 اور بارو بنام نیادر،

(1942) آئی ایل آر 24 لاہور 191، ایف بی نے منظوری دی۔

میگیٹی ساسمال بنام پانڈاب بسوئی، (1962) 3 ایس سی آر 673، پر بھروسہ کیا گیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ پہلی دو عدالتوں کا یہ نتیجہ کہ مدعا علیہان کرایہ دار نہیں تھے، ایک حقیقت ہے حالانکہ سوال کا تعین کرنے میں دستاویزی شواہد پر غور کرنا پڑتا ہے اور جوڈیشل کمشنر کو دوسری اپیل میں اس میں مداخلت کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ جوڈیشل کمشنر نے اس مفروضے کو نظر انداز کر دیا تھا جو ایکٹ کی دفعہ 44 کے تحت ریونیوریکارڈ میں موجود تمام پہلوؤں سے پیدا ہوا تھا اور اس سے ان کے نتائج خراب ہوئے تھے۔ جہاں پہلے اور بعد کے اندراج کے درمیان ٹکراؤ ہو، وہاں بعد کے اندراج غالب ہونے چاہئیں۔

دیوانی اپیلیٹ دائرہ اختیار: 1960 کی دیوانی اپیل نمبر 382۔

31 اکتوبر 1957 کو شملہ میں ہماچل پردیش کی جوڈیشل کمشنر کی عدالت کے فیصلے اور فرمان سے

خصوصی رخصت کے ذریعے اپیل کی گئی۔

اپیل کنندہ کی طرف سے اچھرو رام اور نونیت لال۔

جواب دہندگان کی طرف سے اٹل کمار گپتا، ایس۔سی۔اگر وال، آر۔کے۔گرگ، ڈی

پی۔سنگھ اور ایم۔کے۔رام مورتی شامل ہیں۔

1 مئی 1962 عدالت کا فیصلہ اس نے سنایا

مدھوککر، جسٹس: دوسری اپیل میں ہماچل پردیش کے جوڈیشل کمشنر کے فیصلے کے خلاف خصوصی

اجازت کے ذریعے اپیل گزار کی طرف سے دونوں نکتوں پر زور دیا گیا ہے۔ پہلا یہ کہ جوڈیشل کمشنر کی عدالت

نے ضلعی جج کے حقائق میں مداخلت کرنے میں غلطی کی اور دوسرا یہ کہ جوڈیشل کمشنر کی عدالت نے یہ کہتے

ہوئے غلطی کی کہ مقدمہ دیوانی عدالت کے ذریعہ قابل سماعت نہیں ہے بلکہ پنجاب کرایہ داری ایکٹ 1887

کی دفعہ 77 (پنجاب XVI آف 1887) (اس کے بعد ایکٹ کے نام سے جانا جاتا ہے) کے تحت

ریونیو عدالت کے ذریعہ قابل سماعت ہے۔ جو ہماچل پردیش پر لاگو ہوتا ہے۔

ان نکات کو سمجھنے کے لئے کچھ حقائق بیان کرنا ضروری ہے۔ درخواست گزار جو اس مقدمے میں مدعی

تھا وہ شملہ ہل ریاستوں میں سے ایک ریاست بھگت کا سابق حکمران تھا۔ ریاست بھگت اور کئی دیگر شملہ

پہاڑی ریاستوں کو یکم جولائی 1947 کو ہماچل پردیش میں ضم کر دیا گیا تھا۔ انضمام کے نتیجے میں حکمران نے

اپنی خود مختاری نئی ریاستوں کے حوالے کر دی۔ خسره نمبر 70، 80، 81، 167، 170، 263/171،

172، 173 اور 177/269 میں تمام 15 بیگھے اور 19 بسواس سمیت دیگر املاک کو درخواست گزار کا

کیس قرار دیا گیا کہ یہ کھیت ان کی خداداشت زمینیں ہیں، یہ ریونیو پیپرز میں اتنی ہی درج ہیں جتنی 1936

سے ریونیو پیپرز میں درج ہیں۔ ہر سال کے آخر میں ان کے ذریعہ اپیل کنندہ کے حوالے کیا جانا چاہئے۔ اس انتظام پر غور کرنے کے لئے کرایہ اور لینڈ ریونیو میں معافی تھی جو اپیل کنندہ نے مدعا علیہان کو کچھ دیگر زمینوں کے سلسلے میں دی تھی جو اس نے مدعا علیہان کو لیز پر دی تھیں۔ انضمام کے نتیجے میں ان زمینوں کا بڑا حصہ ریاستی ملکیت قرار دیا گیا تھا اور ممکنہ طور پر جواب دہندگان کو اب ان کے سلسلے میں مکمل تخمینہ یا کرایہ ادا کرنا ہوگا۔ درخواست گزار کے مطابق مدعا علیہان کھیتوں سے سالانہ پیداوار ان کے حوالے کرنے میں ناکام رہے اور اس لئے انہوں نے اکتوبر 1950 سے ایک سال کی مدت کے لئے چوکو کوئی کو 500 روپے سالانہ کی قیمت پر زمین لیز پر دے دی۔ تاہم، مدعا علیہان نے چوکو زمین پر قبضہ کرنے سے روک دیا اور اپیل کنندہ کے بار بار مطالبے کے باوجود، انہوں نے اسے قبضے سے باہر رکھا۔ چنانچہ انہوں نے ربیع 1950ء سے خریف 1953ء تک 500 ایم سالانہ اور جولائی 1954ء میں مستقبل کے منافع کے لیے ایک مقدمہ قائم کیا۔

مدعا علیہان کی جانب سے یہ دلیل دی گئی کہ وہ گزشتہ دو یا تین نسلوں سے ان زمینوں کے کرایہ دار ہیں، وہ ان زمینوں پر مشترکہ طور پر اور کئی طرح سے کھیتی کر رہے ہیں اور یہ مقدمہ دیوانی عدالت میں قابل قبول نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی دلیل دی کہ اپیل گزار کے خلاف اسٹنٹ کلکٹر فرسٹ گریڈ سولن کی عدالت میں ایک مقدمہ دائر کیا گیا تھا تا کہ یہ اعلان کیا جاسکے کہ وہ ان زمینوں پر قبضہ کرایہ دار کے طور پر قابض ہیں اور اس لئے اپیل گزار کے مقدمے پر روک لگائی جانی چاہئے۔ ٹرائل کورٹ نے اپیل کنندہ کے مقدمے کو تمام مدعا علیہان کے خلاف قرار دیا جس میں منافع کے دعوے بھی شامل ہیں۔ جواب دہندگان نے ضلع جج، مہاو کے سامنے اپیل کو ترجیح دی۔ انہوں نے اپیل مسٹر دکر تے ہوئے ٹرائل کورٹ کے حکم کی توثیق کی۔ لہذا انہوں نے عدالتی کمشنر کی عدالت میں دوسری اپیل کو ترجیح دی۔ جوڈیشل کمشنر نے یہ کہتے ہوئے اپیل کی اجازت دے دی کہ مدعا علیہان زمینوں کے کرایہ دار ہیں اور اس کے نتیجے میں دفعہ (3) 77 کی دفعات کو پہلی شرط کے ساتھ سول کورٹ کے دائرہ اختیار پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ اس فیصلے پر جوڈیشل کمشنر نے ٹرائل کورٹ کی جانب سے دیے گئے حکم نامے کو کالعدم قرار دے دیا اور ضلعی جج کی جانب سے تصدیق کی اور ہدایت کی کہ درخواست کو مناسب عدالت میں پیش کرنے کے لیے واپس کیا جائے۔

درخواست گزار کے لئے جناب اچھرورام نے ہمارے سامنے دلیل دی ہے کہ قانون کی دفعہ (3) 77 کے تحت کسی مقدمے کو دیوانی عدالت کے نوٹس سے روکنے کے لئے دو شرائط کو پورا کرنا ہوگا۔ پہلا یہ کہ مقدمہ ذیلی دفعہ 3 میں بیان کردہ معاملات میں سے کسی ایک سے متعلق ہونا چاہئے اور دوسرا یہ ہے کہ مالک مکان اور کرایہ دار کے تعلقات کے وجود کو فریقین کی طرف سے تسلیم کیا جانا چاہئے۔ اگر یہ دونوں شرائط پوری

نہیں ہوتیں تو ان کے مطابق مقدمہ دیوانی عدالت کے نوٹس سے نہیں روکا جاسکتا۔ اپنی دلیل کی حمایت میں انہوں نے شام سنگھ بنام امرجیت سنگھ ((1930) جے ایل آر 12 لاہور 111) کے فیصلے پر بھروسہ کیا ہے۔ بارو بنام نادر ((1942) جے ایل آر 24 لاہور 191 ایف بی) دیارام بنام جاگیر سنگھ (اے آئی آر ((1956) ہماچل پردیش 61) انہوں نے اس عدالت کے بعض مشاہدات پر بھی بھروسہ کیا ہے جس میں انہوں نے ماگیتی ساسمال بنام پاٹھاب بسوئی ((1962) 3 ایس سی آر 673) میں بھی بھروسہ کیا ہے۔ دفعہ (3) 77 اور اس میں چلنے والی پہلی شرط درج ذیل ہے:

درج ذیل مقدمات ریونیو عدالتوں کے ذریعہ قائم کیے جائیں گے، اور ان کی سماعت اور فیصلہ کیا جائے گا، اور کوئی دوسری عدالت کسی بھی تنازعہ یا معاملے کا نوٹس نہیں لے گی جس کے بارے میں ایسا کوئی مقدمہ قائم کیا جاسکتا ہے۔  
بشرطیکہ۔

(1) جہاں دیوانی عدالت میں قابل سماعت اور قائم مقدمے میں کسی ایسے معاملے کا فیصلہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے جس کی سماعت اس ذیلی دفعہ کے تحت صرف ایک ریونیو کورٹ ہی کر سکتی ہے، فیصلے کے لئے معاملے کی نوعیت اور آرڈر VII، قاعدہ 10، ضابطہ دیوانی کے تحت درکار تفصیلات کی توثیق کرے گی اور کلکٹر کو پیش کرنے کے لئے درخواست واپس کرے گی۔

ہمیں دوسری شرط سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ دوسری شق کے نیچے ریونیو عدالتوں کے ذریعہ قابل سماعت مقدمات کو تین گروپوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مدعا علیہان کی جانب سے یہ دلیل دی گئی ہے کہ زیر بحث مقدمہ دوسرے گروپ میں داخلے (ای) کے تحت آئے گا۔ اس اندراج میں لکھا ہے:

" کرایہ دار کو باہر نکالنے کے لئے مالک مکان کی طرف سے مقدمہ۔

وہ یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ ریونیو کورٹ کے سامنے ان کا مقدمہ اندراج (ڈی) کے تحت تھا جس میں لکھا ہے:

" کرایہ دار کی جانب سے ملکیت کے حق کا دعویٰ قائم کرنے کے لیے یا مالک مکان کی جانب سے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ کرایہ دار کو ایسا حق حاصل نہیں ہے۔"

تاہم، ایسا لگتا ہے کہ نہ صرف یہ (d) اور (e) ہو سکتا ہے بلکہ تینوں گروہوں میں ہر دوسری چیز ایک طرف کرایہ داروں اور دوسری طرف مالک مکان کے مابین تنازعہ سے متعلق ہے۔ کرایہ دار ہونے کا دعویٰ کرنے والے شخص کی طرف سے یا اس کے خلاف مقدمے سے متعلق کوئی اندراج یا شے نہیں ہے اور جس کی

کرایہ دار کی حیثیت کو مالک مکان تسلیم نہیں کرتا ہے۔ لہذا یہ نتیجہ اخذ کرنا مناسب ہوگا کہ مقدمہ نے صرف ان مقدمات کو دیوانی عدالت میں دائر کرنے سے روک دیا ہے جہاں فریقین کے درمیان کوئی تنازعہ نہیں تھا کہ زمین پر کھیتی کرنے والا یا زمین پر قبضہ کرنے والا شخص کرایہ دار ہے۔ لاہور ہائی کورٹ کے ان دو فیصلوں میں بھی یہی بات کہی گئی ہے جس پر مسٹر اچھرو رائے نے بھروسہ کیا ہے۔ ان دو معاملوں میں سے پہلے میں ٹیک چند جے نے مشاہدہ کیا:

یہ واضح ہے کہ شق (4) کے تحت پابندی صرف ان معاملات پر لاگو ہوتی ہے جن میں مالک مکان اور کرایہ دار کا رشتہ قبول کیا جاتا ہے اور مقدمے کا مقصد کرایہ داری کی نوعیت کا تعین کرنا ہے کہ آیا کرایہ دار کی حیثیت ایکٹ کے دفعہ 5، 6، 7 یا 8 کے تحت آتی ہے۔

اس صورت میں مقدمہ کسی ایسے شخص کی طرف سے قائم کیا گیا تھا جس نے قبضہ کرایہ دار کی موت پر کچھ زمین کی کرایہ داری حاصل کرنے میں کامیاب ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ فاضل جج نے کہا:

"ہمارے سامنے جیسے مقدمے میں فیصلہ کرنے کا مقصد کرایہ داری کی نوعیت نہیں ہے، بلکہ یہ ہے کہ آیا مدعا علیہ کا تعلق مرنے والے تانت سے ہے اور اگر ایسا ہے تو کیا ان کے مشترکہ آباؤ اجداد نے زمین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگر یہ حقائق ثابت ہو جائیں تو دعویٰ دار اصل میں کرایہ داری پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس کے خلاف پائے جاتے ہیں، تو وہ بالکل بھی کرایہ دار نہیں ہے۔"

چونکہ یہ حقائق ثابت نہیں ہوئے تھے اس لئے ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ مالک مکان اس مدعا علیہ کے خلاف مقدمہ کرنے کا حق دار ہے جو متوفی کرایہ دار کی ضمانت ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے زمین پر داخل ہوا تھا لیکن جو اپنے دعوے کو کرایہ دار کرنے میں ناکام رہا۔ اس رائے کی تصدیق لاہور کے ایک اور کیس میں پانچ ججوں پر مشتمل فل بنچ نے کی۔ دیارام بمقابلہ جاگیر سنگھ (اے آئی آر (1956) ہیم پرا 61) میں اسی جوڈیشل کمشنر نے جس نے ہمارے سامنے اپیل کا فیصلہ کیا تھا، اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ جہاں مالک مکان اور کرایہ دار کے تعلقات کے وجود کو خارج کرنے کے مقدمے کو فریقین قبول نہیں کرتے ہیں تو دیوانی عدالت کو مقدمہ چلانے کا اختیار حاصل ہے اور اس طرح کا مقدمہ ایکٹ کی دفعہ (3) 77 کے تحت نہیں آتا ہے۔

ماگیٹی ساسمال بنام پانڈاب بسوئی (1962) 8 ایل س آ آر 673) میں یہ عدالت اڑیسہ کرایہ دار تحفظ ایکٹ، 1948 (3 آف 1948) کی دفعہ (1) 17 کی دفعات پر غور کر رہی تھی۔ اس دفعہ کی دفعات اس طرح چلتی ہیں:

کرایہ دار اور مالک مکان کے درمیان کوئی تنازعہ، (a) یکم ستمبر 1947ء کو زمین پر کرایہ دار کا قبضہ

اور اس ایکٹ کے تحت فوائد کا حق، یا (b) کرایہ دار کی جانب سے زمین کا غلط استعمال، یا (c) زمین پر مناسب طریقے سے کھیتی کرنے میں ناکامی یا کرایہ دار کی ناکامی، یا (d) کرایہ دار کی جانب سے مالک مکان کو واجب الادا کرایہ ادا کرنے میں ناکامی۔ واجب الادا ہو جاتا ہے، یا (e) کرایہ کے طور پر مکان مالک کو ادا کی جانے والی پیداوار کی مقدار کا فیصلہ کلکٹر کسی بھی فریق کی درخواست پر کرے گا۔"

اس معاملے میں مدعا علیہان کی جانب سے یہ دلیل دی گئی تھی کہ وہ کرایہ دار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ درخواست گزار مکان مالک کی جانب سے قائم کردہ مستقل حکم امتناع کا مقدمہ دفعہ (1) 7 کی دفعات کے تحت ممنوع ہے۔ اس دلیل سے نمٹتے ہوئے اس عدالت نے مندرجہ ذیل مشاہدہ کیا:

دوسرے لفظوں میں، دفعہ (1) 7 فریقین کے درمیان کرایہ داروں اور مکان مالک کے تعلقات کو بیان کرتی ہے اور مالک مکان اور کرایہ دار کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کی پانچ اقسام کی سماعت کرنے کے لئے کلکٹر کے خصوصی دائرہ اختیار کو فراہم کرتی ہے۔ وہ تنازعات جو دفعہ (1) 7 کا موضوع ہیں وہ پانچ زمروں سے متعلق ہونے چاہئیں۔ یہ الفاظ کی سادہ اور واضح تعمیر میں 'کسی بھی تنازعہ کے حوالے سے' ہے۔ اس تعمیر کے بارے میں یہ کہنا غیر معقول ہوگا کہ کرایہ دار کی حیثیت کے بارے میں تنازعہ بھی مذکورہ سیکشن کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ دفعہ (1) 7 کی اسکیم واضح اور واضح ہے۔ اس سے مراد کرایہ دار اور مکان مالک ہیں اور یہ ان کے درمیان پیدا ہونے والے مخصوص کردار کے تنازعات پر غور کرتا ہے۔ لہذا، ہماری رائے میں دفعہ (1) 7 کی آزادانہ تعمیر پر بھی اس دلیل کو برقرار رکھنا مشکل ہوگا کہ مکان مالک اور کرایہ دار کے تعلقات کی موجودگی کے بارے میں تنازعہ کا فیصلہ کلکٹر کو دفعہ (1) 7 کے تحت کرنا ہے۔

اس عدالت کے ریبارکس کا اطلاق موجودہ کیس پر بھی واضح طور پر ہوگا کیونکہ مقدمے کے فریقین کے درمیان مکان مالک اور کرایہ دار کے تعلقات کو اپیل کنندہ قبول نہیں کرتا ہے۔

اب ہم دوسرے نکتے پر آئیں گے کیونکہ دلیل یہ ہے کہ فاضل ضلعی جج کے فیصلے پر مدعا علیہان کرایہ دار ہیں اور اس لیے دیوانی عدالت ان کی برطرفی کا حکم نہیں دے سکتی۔ جیسا کہ پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ اپیل گزار نے جوڈیشل کمشنر کے فیصلے کو اس بنیاد پر چیلنج کیا کہ اس کے پاس ڈسٹرکٹ کورٹ کے فیصلے کو رد کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ سوال پر حقائق کا نتیجہ ہے۔ ہمارے ذہن میں اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ فاضل جوڈیشل کمشنر نے ضلعی جج کے حقائق کو تبدیل کرنے میں غلطی کی تھی خاص طور پر اس لئے کہ ضلعی جج کا فیصلہ 1936 کے بعد سے حقوق کے ریکارڈ میں اندراج پر مبنی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زمینیں اپیل کنندہ کی خودکاشت زمینیں تھیں اور ان کے قبضے میں تھیں۔ فاضل جوڈیشل کمشنر نے ایکٹ کی دفعہ 44 کی دفعات

کو

ذہن میں رکھنا چھوڑ دیا ہے جو ریونیوریکارڈ میں اندراج کو ممکنہ قیمت دیتے ہیں۔ ہمارے سامنے یہ دلیل دی گئی تھی کہ اس سے پہلے ایسے اندراج موجود ہیں جو ان سے متصادم ہیں جن پر فاضل ضلعی جج نے بھروسہ کیا ہے۔ یہ کہنا کافی ہے کہ جہاں اس طرح کا تنازعہ ہے، وہاں بعد میں داخل ہونا ضروری ہے۔ درحقیقت دفعہ 44 کی زبان سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کسی پرانے داخلے کی جگہ نیا اندراج کیا جاتا ہے تو وہ نیا اندراج ہے جو پرانے کی جگہ لے لے گا اور اس وقت تک درستی کے مفروضے کا حقدار ہوگا جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ غلط ہے یا اس کی جگہ کوئی اور اندراج لے لیا جائے گا۔ دیوتا پٹا بھیراما سوامی بنام ایس ایمیا (اے آئی آر (1959) ایس سی 57) میں اس عدالت نے کہا کہ ضلع جج کے ذریعہ تمام ثبوتوں، زبانی اور دستاویزی ثبوتوں پر غور کرنے کے بعد حاصل کردہ حقائق کو دوسری اپیل میں خارج نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کیا جواب دہندگان اپیل کنندہ کے کرایہ دار ہیں۔ اگرچہ سوال کا تعین کرنے کے لئے دستاویزی ثبوتوں کو غلط ثابت کیا گیا تھا، لیکن اس سوال پر پایا جانا اس سے کم حقیقت کی تلاش نہیں ہے اگر غور کیا جانے والا ثبوت محض زبانی تھا۔ جیسا کہ اس عدالت نے اس معاملے میں اور حال ہی میں سرچونی لال وی مہتا اینڈ سنز لمیٹڈ، بمبئی بنام بمبئی کے معاملے میں بھی نشاندہی کی تھی۔ سینجری اسپنگ اینڈ مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹڈ، بمبئی ((1962) ایس پی پی 3 ایس سی آر 549) قانون کا مسئلہ صرف اس وجہ سے پیدا نہیں ہوتا کہ ایسی دستاویزات جو عنوان کا ذریعہ نہیں ہیں یا حقوق کی براہ راست بنیاد نہیں ہیں بلکہ محض تاریخی دستاویزات ہیں، ان کو سمجھا جانا چاہئے۔ یقیناً یہاں، جیسا کہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں، جوڈیشل کمشنر نے کچھ دستاویزی ثبوتوں سے پیدا ہونے والے مفروضے کو نظر انداز کر دیا ہے اور اس لیے، اس کے نتائج کو غلط ثابت کرنے کی ایک اضافی وجہ بھی ہے۔

اس نقطہ نظر پر ہم نے جوڈیشل کمشنر کی عدالت کے حکم نامے کو کالعدم قرار دیا اور ٹرائل کورٹ کے حکم کو بحال کیا جس کی تصدیق ضلعی عدالت نے کی تھی۔ تمام اخراجات فریقین کی طرف سے برداشت کیے جائیں گے جیسا کہ خرچ کیا گیا ہے۔

اپیل کی اجازت ہے۔